مولانا حمید الدین فراہیؒ کے
غیر مطبوعہ قرآنی حواشی*

سلطان احمد اصلاحی

ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہیؒ متوفی ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۰ء جن کا نام اور کام ہندوستان سے آگے عالم اسلام میں بھی غیر متعارف نہیں رہ گیا ہے، قرآن اور علوم قرآن سے انھیں جو شغف اور لگاؤ تھا اور اپنے عنفوان شباب ہی سے قرآن پر غور و فکر اور اس کے لیے مجاہدہ و ریاض کے لیے انھوں نے اپنے کو جس طرح یکسو کر لیا تھا ہمارے متقدمین میں بھی بعض پہلوؤں سے اس کی مثالیں بہت زیادہ نہ مل سکیں گی قرآنیات پر مولانا کا تقریباً تمام کام عربی زبان میں ہے جس کا ایک حصہ مولانا کی زندگی میں شائع ہوا۔ مولانا کی وفات کے بعد دار المصنفین اور دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ سے مولانا کی باقی ماندہ چیزیں شائع ہوئیں۔ اسی زمانہ میں مولانا کے لائق شاگرد مولانا امین احسن اصلاحی صاحب تدبر قرآن نے ان کا اردو میں ترجمہ بھی کیا۔ یہ تمام ترجمے دائرہ حمیدیہ سے شائع ہوئے جن کا سلسلہ اس وقت تک جاری ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی کے حلقہ تعارف کے ذریعہ پاکستان میں بھی یہ تراجم عرصہ سے شائع ہونے لگے ہیں۔ قرآنیات پر مولانا کی اہم کتابیں جو زیادہ تر ناتمام تھیں ہنوز تشنۂ اشاعت تھیں۔ دائرہ حمیدیہ کے موجودہ ناظم مولانا بدر الدین اصلاحی صاحب کی

---

* یہ مقالہ خدا بخش لائبریری پٹنہ کے قرآنیات پر جنوب ایشیائی سیمینار (منعقدہ ۲۶ تا ۲۸ فروری ۱۹۸۶ء) کے لیے لکھا گیا تھا۔ اسے یہاں معمولی ترمیم و اضافہ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔

کوششوں سے اس کا بڑا حصہ بھی منظرِ عام پر آ گیا جس کے لیے وہ مولانا فراہیؒ کے معتقدین و منتسبین ہی نہیں، قرآن سے شغف رکھنے والوں اور تمام شائقین کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ مولانا کے غیر مطبوعہ مسودات میں خاص طور پر دو چیزیں اہم رہ گئی ہیں جن کی اشاعت دائرۂ حمیدیہ کے پیشِ نظر ہے ۱۔حکمت القرآن اور ۲۔حجج القرآن۔

لیکن مولانا فراہیؒ کا عظیم الشان کام جو ہنوز غیر مطبوعہ پڑا ہے اور جس کی اشاعت کی کوئی سن گن اور بھنک اور دور دور تک شاید آثار بھی نہیں ہیں اور دائرۂ حمیدیہ کے موجودہ محترم ناظم صاحب کی عمر و صحت اور دائرہ کے نظام کار کے پیشِ نظر مستقبل قریب میں غالباً اس کی کوئی توقع بھی نہیں ہے وہ ہیں مولانا کے از اول تا آخر قرآنی حواشی جو کتاب اللہ پر ان کے چالیس سال سے زائد کے فکری مراقبہ اور مجاہدہ و ریاض کا حاصل ہیں۔ خوش قسمتی سے مولانا کے یہ حواشی میرے پاس ہیں۔

اپنے اساتذہ اور بزرگوں کی روایت کے مطابق مولانا کے یہ حواشی قرآن حکیم کے دو الگ الگ نسخوں پر تھے۔ مدرسۃ الاصلاح میں ان دونوں کو الگ الگ اور یکجائی صورت میں مختلف انداز میں ان کے مبیضے تیار کر لیے گئے تھے۔ ماضی قریب تک وہاں طلبار کے اندر ان حواشی کو اپنے طور پر نقل کر لینے کا رواج تھا۔ اس طرح مدرسۃ الاصلاح کے اساتذہ اور بہت سے اصلاحی فضلاء کے پاس مولانا کے یہ حواشی موجود ہیں۔ ۱۹۶۰ء کے آس پاس مدرسۃ الاصلاح کے کچھ سینیر اساتذہ اٹھ کر جامعۃ الفلاح بلریا گنج، اعظم گڑھ منتقل ہوئے تو اس کی برکت سے جامعہ میں بھی ان حواشی سے استفادہ اور ان کی تدریس تیار کرنے کی راہ پیدا ہوئی۔ میرے پاس ان حواشی کا جو مخطوطہ ہے وہ مقدمہ سے لے کر سورۂ فاتحہ سے لے کر سورۂ قصص تک مولانا فراہیؒ کے حقیقی پوتے ڈاکٹر عبید اللہ فراہی حال پروفیسر شعبۂ عربی لکھنؤ یونیورسٹی کے ہاتھ کا غالباً مدرسۃ الاصلاح میں ان کے دورِ طالب علمی کا لکھا ہوا ہے۔ نصف قرآن سے زائد سورۂ اعراف تا سورۂ رعد اور سورۂ مریم تا آخر قرآن میرے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جو مدرسۃ الاصلاح میں میرے دورِ طالب علمی کی یادگار ہے

مکررات کو حذف کر کے یہ تمام حواشی معروف کاپی سائز کے ۵۴۳ صفحات پر آئے ہیں۔ نقل کا مختلف انداز جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، میرے پاس موجود دو کاپیوں میں موجود ہے ڈاکٹر فراہی کے نقل کردہ حصہ میں ایک ہی سورہ پر حواشی مکرر ہیں۔ سورہ مکمل ہو جانے کے بعد اسی سورہ پر "علی ہامش القرآن" کے عنوان سے نسبتہً مختصر طور پر حواشی ہیں۔ جبکہ میری نقل کردہ کاپی میں ایک پوری سورہ پر حواشی ایک ہی تسلسل میں ہیں۔ "علی ہامش القرآن" کے حواشی کو متعلقہ آیات کے ساتھ ایک سے دو نمبروں میں جمع کر دیا گیا ہے۔ ہندوستان میں مولانا فراہیؒ کی غیر مطبوعہ تحریروں کے تنہا امین دائرۂ حمیدیہ اور مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ کے موجودہ ناظم مولانا بدر الدین صاحب اصلاحی حفظہ اللہ کے بیان کے مطابق ان حواشی کا اصل مسودہ مولانا امین صاحب اصلاحی کے پاس پاکستان میں ہے۔ ان کے پاس ان حواشی کا صرف مبیضہ ہے۔ مولانا بدر الدین صاحب ہی کے مطابق اس مبیضہ میں آخری پارہ کی سورتوں اور غالباً آخر کے کچھ دوسرے حصوں میں بھی بعض سورتیں سادہ اور بلا حاشیہ ہی کے ہیں۔ جبکہ میرے پاس موجود حواشی میں آخری پارہ کی ہر سورہ پر حواشی ہیں۔ بعض سورتوں پر حواشی مختصر ضرور ہیں۔ لیکن کوئی سورہ سادہ نہیں ہے۔ افسوس کہ مولانا بدر الدین صاحب کی بیماری اور کچھ دوسری رکاوٹوں کے سبب سال گذشتہ اس مبیضہ سے میرے پاس موجود حواشی کی مراجعت کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔ مئی ۱۹۸۶ء میں لاہور کے اپنے مختصر قیام میں مولانا امین احسن اصلاحی حفظہ اللہ سے ملاقات میں ان کی عمر اور ان کی معذوریوں کے پیش نظر حواشی کے اصل مسودہ کی بابت ان سے معلومات نہ کر سکا۔ مولانا کے حلقہ کے دوسرے احباب سے بھی ملاقات نہ ہو سکی جس سے اس کے سلسلے میں صحیح صورت حال معلوم ہو سکتی۔ کاش کہ ہندوستان ہی میں کوئی ٹیم یہاں موجود مختلف دفاتر کے مقابلہ سے ان حواشی کا کوئی متفقہ نسخہ تیار کر سکتی تو ایک بڑے قرضہ کی تلافی ہوتی جو خاص طور پر مولانا فراہیؒ کے متعلقین و منتسبین کے اوپر عائد ہوتا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا مولانا کے یہ حواشی ان کی چالیس سالہ عرق ریزی کا حاصل ہیں مولانا نے ان حواشی کا آغاز کب اور کہاں سے کیا اس کے متعلق اسی تفسیر کے مقدمہ

میں لکھتے ہیں :

وقد لاح لنا النظام في سورة البقرة سنة ۱۳۱۰ھ او قريبا منها، ثم كتبت نظام سورة القصص ثم تركت الا في بعض الاحايين حتى وفقني ربي سنة ۱۳۲۰ھ أن بدأت من اول القرآن وعلى الله توكلت وهو حسبي والبوء لقلة علمي ما ان اخطأت فانا جدير وان اصبت فبتوفيق ربي واستغفره وبه استعين[1]

سورہ بقرہ کا نظام ہمارے لیے ۱۳۱۰ھ یا اس کے آس پاس کے زمانہ میں واضح ہوا۔ پھر میں نے سورہ قصص کا نظام لکھا۔ پھر کبھی کبھار کے وقت کے علاوہ میں نے اس سلسلہ کو چھوڑے رکھا۔ یہاں تک کہ میرے رب نے مجھ کو ۱۳۲۰ھ میں اس کی توفیق دی کہ میں ابتداء قرآن سے اس کا آغاز کرسکوں۔ اللہ ہی پر میرا بھروسہ ہے۔ وہی میرا مرجع اور کل سہارا ہے۔ اپنی علمی بے بضاعتی کی بنا پر اگر مجھ سے غلطیاں ہوں تو یہ عین قرین قیاس ہے اور جو بات میں صحیح کہہ سکوں تو یہ اپنے رب کی توفیق کا نتیجہ ہے۔ اسی سے میں اپنی خطاؤں کی معافی مانگتا ہوں اور اسی کی مدد کا طلبگار ہوں۔

مولانا حمید الدین فراہیؒ کی قرآنی فکر کا مرکزی نقطہ نظم قرآن ہے۔ ان کے نزدیک قرآن کی ہر سورہ اپنا الگ موضوع اور مستقل نظام رکھتی ہے۔ اس طرح کتاب از اول تا آخر ایک مربوط و منظم کلام ہے۔ کتاب اللہ سے متعلق اپنے اس نقطۂ نظر کا اظہار انھوں نے ان حواشی کے شروع ہی میں کر دیا ہے۔ مقدمہ کتاب کے آغاز ہی میں فرماتے ہیں :

ونفسر القرآن باياته وجعلت نظام القرآن نورا به اهتدى

ہم قرآن کی تفسیر اس کی دوسری آیتوں کی مدد سے کرتے ہیں۔ اور میں نے نظمِ قرآن

الی حکمہ وغورہ فمن نظر فی سطورہ یری ان شاء اللہ أن آیات القرآن منظمۃ غیر مقتضبات، ولا ادری کیف یومنون باعجاز القرآن بعد أن جعلوا القرآن عضین وھل شیٔ..... من کونہ مختل النظام[۳۹]

کو روشنی کا مینار ٹھہرایا ہے جس کے ذریعہ میں اس کی حکمتوں اور اس کی گہرائیوں تک پہنچنے کی کوشش کروں گا پس جو شخص ان سطور پر نظر ڈالے گا وہ انشاء اللہ دیکھے گا کہ قرآن کی تمام آیات باہم مربوط و منظم ہیں اور ان کے اندر کسی قسم کی پراگندگی کا شائبہ نہیں ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ لوگ کس طرح قرآن کو معجز کلام مانتے ہیں جبکہ انھوں نے قرآن کو مختلف ٹکڑیوں میں بانٹ رکھا ہے۔ کیا اس کے حق میں اس سے بڑھ کر کوئی چیز (قادح) ہوسکتی ہے کہ وہ الل ٹپ ہو اور اس کا کوئی نظام نہ ہو۔

مولانا فراہی سورتوں کے مرکزی مضمون کے لیے 'عمود' کی خاص اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ مولانا کی قرآن حکیم کے آخری پاروں کی مختلف سورتوں کی مکمل تفسیریں عربی اور اردو دونوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ ان تفسیروں میں مولانا نے سورتوں کے مرکزی مضمون 'عمود' اور سابق و لاحق سورتوں سے ان کے ربط و تعلق کو بڑی تفصیل اور پورے شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان تفسیروں کے علاوہ مولانا نے اپنی ایک دوسری کتاب 'دلائل النظام' میں تمام قرآنی سورتوں کے مرکزی مضمون کی نشاندہی کی ہے[۴۰]۔ ان غیر مطبوعہ قرآنی حواشی میں بھی سورتوں کے عمود کی تعیین کی قابل قدر کوشش کی گئی ہے۔ اندرون سورہ جا بجا نظم کلام کو واضح کرنے اور آیتوں کے مختلف ٹکڑوں کے آگے پیچھے سے ربط و تعلق کو نمایاں کرنے کے ساتھ ہر سورہ کے شروع میں اس کے مرکزی مضمون اور عمود کو کھولنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

اس کوشش کے کچھ نمونے بھی قارئین کے لیے دلچسپی سے خالی نہ ہوں گے۔ سورۂ مائدہ کا عمود واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اعلم أن عمود السورة العهد والميثاق وجماعه طاعة الرسول و كتابه وانما بدأ بأمور بينة من العقود لتعلم أن الدقيق يهيج الجليل۵؎

جاننا چاہیے کہ اس سورہ کا عمود مرکزی مضمون، عہد وپیمان کی پاسداری ہے۔ اور اس کی شیرازہ بندی کرنے والی چیز اللہ کے رسول اور اس کی کتاب کی پیروی ہے۔ عہد وپیمان کی بعض نمایاں مثالوں سے اس کا آغاز محض اس لیے کیا تاکہ معلوم ہو کہ چھوٹی چیز آگے بڑی چیز کا پیش خیمہ بنتی ہے۔

سورہ اعراف کے مرکزی مضمون اور اس کے دوسرے مضامین کی تفصیل میں فرماتے ہیں:

هذه السورة مثل أخت ذلك الكتاب في بعض الامور ولكن تلك داعية وهذه منذرة بالعذاب والقيامة ونهي عن الشرك كما قال في (۲-۳) وخاطب النبي والامة وكذلك يسألهما (۶) والانذار بعذاب الدنيا۶؎

یہ سورہ بعض معاملات میں سورہ بقرہ کی طرح ہے لیکن اُس میں دعوت (ایمان) ہے اور یہ عذاب اور قیامت سے ڈرانے والی ہے۔ اور اس میں شرک کی ممانعت کی گئی ہے۔ جیسا کہ آیات (۲-۳) میں فرمایا۔ نیز اس میں نبی اور امت دونوں سے خطاب ہے۔ اسی طرح ان دونوں ہی سے جواب طلبی بھی ہوگی (۶)۔ اس کے علاوہ اس سورہ میں دنیا کے عذاب کا بھی ڈراوا ہے۔

سورۂ انفال کا مرکزی مضمون ان کے نزدیک فتح ونصرت ہے۔ ساتھ ہی وہ سورہ کے اہم مضامین کو بھی کھول دیتے ہیں:

هٰذہٖ سورۃ الفتح (۱۹) والتحریض (۶۵) والھجرۃ (۷۲-۷۴) والبرأۃ (۷۲-۷۵) ۵	یہ فتح ونصرت کی سورہ ہے (۱۹) اور جہاد کی ترغیب کی (۶۵) اور ہجرت کی (۷۲-۷۴) اور کافروں اور مشرکوں سے برأت اور بیزاری کی (۷۲-۷۵)۔

بسا اوقات وہ سورہ کے عمود/مرکزی مضمون، کی وضاحت کے ساتھ پوری سورہ کے مضامین کا خلاصہ کر دیتے ہیں جس سے اسی پوری سورہ کے نظام کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ سورۂ آل عمران کا عمود وہ سورۂ بقرہ کے مرکزی مضمون کے تقابل کے ساتھ بتاتے ہیں:

واعلم أن ھٰذہ السورۃ تکمل نقطۃ العمل وسورۃ البقرۃ نقطۃ العلم فنسبتھما نسبۃ الایمان و الاسلام واول الاسلام وجماعہ طاعۃ الرسول فان عصیانہ تکذیب بایاتہ فیحل علی المکذب عذابہ فی الدنیا و الآخرۃ وضرب مثل فرعون ۶	معلوم ہونا چاہئیے کہ یہ سورہ عمل کے نقطہ کی تکمیل کرتی ہے جبکہ سورہ بقرہ کا موضوع علم کے نقطہ کی تکمیل ہے۔ پس ان دونوں کی نسبت ایمان اور اسلام کی نسبت ہے۔ اسلام کا اولین تقاضا اور اس کی شیرازہ بندی کرنے والی چیز رسول کی اطاعت ہے۔ اس لیے کہ اس کی نافرمانی اللہ کی آیتوں کی تکذیب کے ہم معنی ہے اور ایسا تکذیب کرنے والا دنیا و آخرت ہر جگہ اللہ کے عذاب کا مستحق ہوتا ہے اس کے لیے (اس سورہ میں) فرعون کی مثال بیان کی۔

اس کے بعد وہ پوری سورہ کے مضامین کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

سورۃ نزلت حین اختلطت الیھود ومعھم بعض الامیین بالمسلمین مع زیغ قلوبھم	یہ سورہ اس وقت نازل ہوئی جبکہ یہود کا مسلمانوں کے ساتھ اختلاط ہوا دریں حالیکہ ان کے ساتھ (ان کی جماعت

فالقوا الشبهات وطعنوا فی هٰذه
البعثة حبا لدینهم الآبائی و
حسدا علی ظهور الاسلام و
حبا لما لهم ونفوسهم حین القتال
النظر فی (۶۹-۷۳) و(۱۸۰-۱۸۵)
وفی هٰذه السورة فصل ما
اجمل فی البقرة واجمل ما فصل
هناك فاجمل فی ذکر بناء الکعبة
وقتال الربیین وفصل مصائب
المسلمین وکید المنافقین ولیس
فیها الاحکام فاتبعها بالنساء
ولنصف هٰذه السورة
فی الاحتجاج باهل الکتاب
والنصف الاخیر فی جمع شمل
المسلمین وتثبیتهم وحثهم
علی القتال وبشارتهم و
تثبیتهم علی ما القوا من
الشبهات لکی یفترقوا حین
اصابهم القرح ویخالفوا النبی
فی تدبیره وحکمه کما فعلت
امة موسی فتاهوا اربعین
سنة ۹ه

کے) بہت سے نادان بھی شامل تھے
جن کے دلوں میں کجی کے اثرات موجود
تھے۔ تو انھوں نے طرح طرح کے شکوک و
شبہات پھیلائے اور اس لیے کہ انھیں
اصل دلچسپی اپنے آبائی دین سے تھی اور
اسلام کے ظہور پر وہ حسد کرتے تھے اور
جنگ کے وقت انھیں اپنا مال اور اپنی جان
زیادہ عزیز تھی انھوں نے نئے نبی کی
بعثت پر اعتراضات کی بوچھاڑ کی ملاحظہ
ہوں (۶۹-۷۳) نیز (۱۸۰-۱۸۵)۔ اسکے
علاوہ اس سورہ میں ان چیزوں کی تفصیل
ہے جو بقرہ میں مجملا بیان ہوئی ہیں اور
جو چیزیں وہاں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں انھیں
یہاں مجمل رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اس میں
خانہ کعبہ کی تعمیر، ربیوں کے جنگ کرنے،
مسلمانوں پر نازل ہونے والے مصائب
اور منافقوں کی خفیہ تدبیروں اور چالوں
کے بیان کو مجمل رکھا گیا ہے۔ اسی طرح
اس میں احکام کی تفصیل بھی نہیں ہے۔
جس کی وجہ سے اسی کے فوراً بعد سورۂ
نساء کو رکھا گیا ہے۔ اس سورہ کا آدھا
حصہ اہل کتاب کی خبر لینے سے متعلق ہے بعد کے
آدھے حصہ کا موضوع مسلمانوں کی شیرازہ بندی،

ان کے قدموں کو جمانا، انھیں جنگ کے
لیے آمادہ کرنا، انھیں خوشخبری سنانا اور
اہل کتاب کی طرف سے جو شکوک و
شبہات پھیلائے جا رہے تھے اس
کے مقابلہ میں انھیں ثابت قدم رکھنا ہے
تاکہ ایسا نہ ہو کہ جب انھیں جنگ کا زخم
لگے تو وہ مختلف ٹکڑیوں میں بٹ جائیں
اور نبی کی طرف سے اختیار کی جانے
والی تدبیر اور اس کے فیصلہ کے سلسلے
میں اس کی مخالفت کرنے لگیں جیسا
کہ حضرت موسیٰ کی قوم نے کیا تھا جس کے
نتیجے میں وہ چالیس برس تک مارے
مارے پھرے۔

سورۂ نساء، انعام، یونس وغیرہ کے حواشی میں بھی ان کے مرکزی مضمون کے ساتھ اسی طرح ان پوری سورتوں کے مضامین کی تلخیص کردی گئی ہے [۱۰]

تفسیر قرآن کا اہم اصول ہے کہ قرآن کی تفسیر اس کے نظائر سے کی جائے جیسا کہ کہا گیا ہے:

القرآن یفسر بعضہ بعضا [۱۱] — قرآن کا ایک حصہ اس کے دوسرے حصہ کی تفسیر کرتا ہے۔

مولانا فراہیؒ اس اصول تفسیر کے بہت بڑے علمبردار ہیں۔ اصول تفسیر سے متعلق اپنی کتاب میں وہ اسے تمام علماء کا متفق علیہ اصول قرار دیتے ہیں [۱۲] اسی کتاب میں دوسرے موقع پر تاویل کے اصول بیان کرتے ہوئے وہ اسے تفسیر کا تیسرا اہم اصول بتاتے ہیں۔

(الاصل الثالث) فہم الکلام — (تیسری اصل) کلام کے ایک حصہ کو دوسرے

بعضہ من بعض یا المقابلۃ وحمل النظیر علی النظیر[۱۳]	حصہ کے ذریعہ مقابلہ کر کے سمجھنا اور ایک نظیر کو دوسری نظیر پر محمول کرنا ہے۔

آگے اسی مضمون کو وہ اس عنوان کے تحت کھولتے ہیں:

النظائر تفسر بعضھا بعضاً[۱۴]	آیتوں کے نظائر ایک دوسرے کی تفسیر کرتے ہیں۔

مولانا فراہیؒ نے قرآنیات کے اپنے مطبوعہ ذخیرے میں اس اصول کو جس طرح برتا ہے احکام کے حصے سے ہٹ کر سلف میں بھی شاید کم ہی لوگوں نے اس اصول کو اس دیدہ ریزی اور وسعت کے ساتھ برتا ہو۔ زیر نظر غیر مطبوعہ قرآنی حواشی کا بھی دوسرا بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس میں آیات کے نظائر کو بڑی گہرائی اور جامعیت کے ساتھ سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان حواشی کا صرف یہی ایک پہلو اس کا تقاضا کرتا ہے کہ انھیں جلد سے جلد منظرِ عام پر آنا چاہیے۔ مولانا نے نظائر کے بیان میں پوری آیت نقل کرنے کے بجائے عام طور پر آیت نمبر کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ ان نمبروں کو اگر کھول دیا جائے تو حواشی کی ضخامت دوگنی ہو جائے۔ ساتھ ہی اس سے اس کی افادیت بھی دوبالا ہو جائے گی۔

ان حواشی کا تعارف نامکمل رہے گا اگر اس میں بیان کیے گئے دل کو لگتے ہوئے کچھ تفسیر کے نمونے نہ پیش کیے جائیں۔ سورۂ نساء کی آیت کریمہ:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ کَانَ	کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے
مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا	حالانکہ اگر وہ اللہ کے ماسوا کسی اور کے
فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ۝	پاس سے ہوتا تو ضرور وہ اس میں بہت
(نساء: ۸۲)	سا اختلاف پاتے۔

قرآن حکیم کی ایک بہت اہم آیت ہے جس میں اس کے من جانب اللہ ہونے کی ایک بہت بڑی دلیل یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اختلاف سے پاک ہے۔ اس اختلاف کی تفسیر عام طور پر یہ کی جاتی ہے کہ اس کے عقائد و احکام کا پورا نظام کامل توافق اور ہم آہنگی کا شاہکار ہے جس کے اندر کسی قسم کے تناقض اور اختلاف و تعارض کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ کتاب اللہ کے

علاوہ دنیا کی کسی ہستی اور کسی بھی بڑے سے بڑے شخص کا کلام کسی نہ کسی درجہ میں اختلاف و تناقض کا ضرور شکار ہے۔ یہ صرف قرآن ہے جو اس تناقض و اختلاف سے مبرا ہے جو اس کے منزل من اللہ ہونے کی دلیل ہے۔ مولانا نے اپنے حواشی میں آیت کی اس تفسیر کو بھی پوری تفصیل سے بیان کیا ہے[۱۵] لیکن انہی حواشی میں دوسرے موقع پر وہ آیت کی ایسی تاویل پیش کرتے ہیں جو بالکل دل کو لگ جانے والی ہے اور جو آیت کے سیاق و سباق سے بہت زیادہ ہم آہنگ ہے اور وہ یہ کہ یہاں 'اختلاف' سے مراد قرآن کا سابق کتب سماویہ تورات و انجیل سے اختلاف ہے۔ قرآن اس اختلاف سے پاک ہے۔ چنانچہ اس کی تعلیمات کا بڑا حصہ تورات و انجیل سے ہم آہنگ ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان سب کا سرچشمہ ایک ہے خداوند عالم کی ایک ہی ذات ان سب کا منبع ہے:

(۸۲) اختلافا کثیرا عما انزل من قبل ولکن القرآن موافق بالتوراۃ والانجیل فی جل معانیہ فھو موافق لما عندھم[۱۶]	(۸۲) بہت زیادہ اختلاف ان چیزوں کے مقابلہ میں جو اس سے پہلے نازل کی گئی ہیں لیکن قرآن کا معاملہ یہ ہے کہ اس کے مضامین کا بہت بڑا حصہ تورات و انجیل کے مطابق ہے اس طرح وہ اہل کتاب کے پاس موجود کتابوں کے موافق ہے۔

آیت کریمہ کی یہ تاویل دل کو چھونے والی ہے۔ اس لیے کہ اس سے آگے اور پیچھے لمبا سلسلہ منافقین کے ذکر کا ہے جو اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی جماعت سے آئے ہوئے تھے یا انھیں درپردہ ان کی شہ اور سرپرستی حاصل تھی۔ اس پس منظر میں انھیں اپنی منافقت سے باز آجانے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق دل سے اطاعت کا حکم دیا گیا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى	جو رسول کی پیروی کرے تو یقیناً اس نے اللہ کی پیروی کی اور جو کوئی روگردانی

فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِىْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ (النساء: ۸۰ - ۸۱)

کرے تو ہم نے آپ کو ایسے لوگوں پر نگراں بنا کر نہیں بھیجا ہے اور وہ موقع پر تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اطاعت کی لیکن جب وہ آپ کے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو ان کی ایک جماعت اس کے برعکس کھچڑی پکاتی ہے جو وہ اپنے منہ سے کہتی ہے۔ اور اللہ کے ریکارڈ میں ہے جو یہ پکاتے ہیں تو تم ان سے منہ پھیر لو اور اللہ پر بھروسہ کرو اور اللہ جو کارساز ہے تو بس ہے۔

آگے کا سلسلۂ آیات بھی انہی منافقین سے متعلق ہے:

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (النساء: ۸۳)

اور جب ان کے پاس کوئی معاملہ آتا ہے امن کا یا حالت جنگ کا تو اس کی تشہیر شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ اسے لوٹائیں رسول کی طرف اور اپنے میں سے اصحاب امر کی طرف تو ضرور اس کا پتہ لگا لیں وہ لوگ جو ان میں سے اس کی گہرائی تک پہنچنے والے ہوں اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی تم پر نہ ہوتی تو چند ایک کو چھوڑ کر تم سب ضرور شیطان کی پیروی میں لگ جاتے۔

منافقین کا یہ تذکرہ کافی طویل ہے جس کا آغاز اس سورہ کی آیت نمبر ۴۹ سے ہی ہو جاتا ہے سی موقع پر منافقین کے سرپرست اور ان کے پس پردہ ہاتھ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی نشاندہی

کر دی گئی:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا
مِّنَ الْكِتَابِ يَشْتَرُونَ
الضَّلَالَةَ وَيُرِيدُونَ أَن
تَضِلُّوا السَّبِيلَ ۝ وَاللَّهُ أَعْلَمُ
بِأَعْدَائِكُمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا
وَكَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا ۝ مِّنَ
الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ
عَن مَّوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ
سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ
مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ
وَطَعْنًا فِي الدِّينِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ
قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ
وَانظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ
وَأَقْوَمَ وَلَٰكِن لَّعَنَهُمُ اللَّهُ
بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا
قَلِيلًا ۝

(النساء: ۴۴-۴۶)

کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنھیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا۔ یہ لوگ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم راستہ بھٹک جاؤ۔ اور اللہ تمہارے دشمنوں کو اچھی طرح جانتا ہے اور جو اللہ دوست ہے تو بس ہے اور جو اللہ مددگار ہے تو بس ہے۔ جن لوگوں نے یہودیت کا راستہ اختیار کیا ان میں سے کچھ ہیں جو بات کو اس کی جگہوں سے پھیرتے ہیں اور وہ (رسول کی مجلس میں) کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی اور سنو اور یہ بات کبھی نہ سنی جائے اور ہماری طرف توجہ کریں (وہ یہ سب کہتے ہیں) اپنی زبانوں کو پیٹ[۱۶ الف] کر اور (اللہ کے) دین میں برائی چاہنے کی غرض سے۔ حالانکہ (اس کے بجائے) اگر وہ یہ کہتے کہ ہم نے سنا اور پیروی کی اور ذرا سنیں اور ہمارا خیال فرمائیں تو یہ بات ان کے لیے زیادہ بہتر اور درست ہوتی لیکن بات یہ ہے کہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی تو سوائے چند ایک کے اب یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

اس پس منظر میں آیت زیر بحث کی مذکورہ تفسیر کا حسن دو بالا ہو جاتا ہے۔

قرآنی اصطلاحات میں 'نبی اور رسول' کے فرق کی بحث ایک دلچسپ بحث ہے جس کے سلسلے میں بہت سی باتیں کہی گئی ہیں۔ مولانا فراہیؒ اپنے حواشی میں سورۂ نساء کی آیات (۱۶۳-۱۶۵) کے تحت اس بحث کا فیصلہ جس انداز سے کرتے ہیں، اس سے تمام شکوک و شبہات رفع ہو جاتے ہیں اور حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے:

(الرسول والنبي) فرقوا بين الرسول والنبي بأن الرسول صاحب الشريعة والنبي يتبع شريعة من كان قبله ولكن القرآن يبطل هذا الرأي وأظن أن الرسول من أرسل إلى قوم وإن لم يكن نبيا كرسل عيسى المذكورين في سورة يٰس وفي الرسل درجات منهم الأنبياء وأصحاب الشريعة كما قال "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ" وأدخل في الرسل موسى وأدخل فيهم داود لما قال بعد ذكر داود وطالوت "وتلك الرسل" ولم يسم سموئيل الأنبياء في أيات قبل هذا وما علمنا في القرآن

(رسول اور نبی) لوگوں نے رسول اور نبی کے درمیان فرق کیا ہے اس طرح کہ رسول صاحب شریعت ہوتا ہے اور نبی اپنے پیش رو کی شریعت کی پیروی کرتا ہے لیکن قرآن اس رائے کو باطل قرار دیتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ رسول وہ ہے جو کسی قوم کی طرف بھیجا جائے گرچہ وہ نبی نہ ہو جیسے حضرت عیسیٰؑ کے فرستادوں کا معاملہ ہے جن کا تذکرہ سورۂ یٰس میں ہے۔ رسولوں کے مختلف درجے ہیں۔ ان میں کچھ انبیاء اور صاحب شریعت ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یہ رسول ہیں جن میں سے کچھ کو ہم نے دوسروں کے مقابلے میں بڑائی عطا کی۔ ان میں سے کسی کو اللہ سے شرف کلام حاصل ہوا۔ دوسرے وہ رہے جن کو اللہ نے (دوسرے پہلوؤں سے) بلند مرتبے عطا کیے" رسولوں کے بیان میں حضرت موسیٰؑ کو داخل کیا اسی طرح ان میں حضرت داؤد کو داخل کیا۔ اس لیے کہ حضرت داؤد اور طالوت کے ذکر کے بعد فرمایا "وتلک الرسل"۔

أن الله سمى داؤد نبيا وكذلك
في التوراة نجد داؤد سمي بالرسول
لا بالنبي بل كان له نبي يوحيه
باحكام الله وهو يستشيره
ويطيعه ثم نجد في القرآن
وفي التوراة أن الوحي لا يختص
بالرسول ولا بالنبي فقد اوحي
الى ام موسى والى هاجرة
فاذا علمت هذا القدر علمت
ان النبي صاحب منصب الٰهي
كما كان نوح وكثير من الرسل
وسموئيل وحادبن داؤد.
الرسول ربما هو نبي ايضا وربما
غير نبي [١٧]

اور اس سے پیشتر آیات میں حضرت
سموئیلؑ کو صرف نبی کا نام دیا نیز ہم
نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں
حضرت داؤد کو نبی کا نام دیا ہو، اسی طرح
ہم تورات میں دیکھتے ہیں کہ حضرت داؤد
کو رسول کا نام دیا گیا ہے نبی کا نام
نہیں دیا گیا ہے۔ بلکہ ان کے نبی کوئی
دوسرے تھے جو اللہ کے احکام سے
انھیں باخبر کرتے تھے۔ وہ ان سے
مشورہ کرتے تھے اور ان کے کہے پر چلتے
تھے۔ پھر ہم قرآن اور تورات دونوں
میں دیکھتے ہیں کہ وحی کا معاملہ رسول
اور نبی ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے اس
لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی ماں اور
حضرت ہاجرہ کو قطعی طور پر وحی کی ہے
اب جب تمہیں یہ بات معلوم ہو گئی تو تمہارے
لیے یہ بات کھل گئی کہ نبی ایک الٰہی
منصب کا حامل ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت
نوح اور دوسرے بہت سے رسولوں
کا معاملہ ہے۔ ایسا ہی معاملہ حضرت سموئیلؑ
اور حادبن داؤد کا ہے۔ خلاصہ یہ کہ
رسول بسا اوقات نبی بھی ہوتا ہے
اور بسا اوقات وہ نبی نہیں بھی ہوتا ہے۔

یہ حواشی ایسے جواہر باروں سے بھرے پڑے ہیں۔ طوالت کا خوف مانع ہے۔ ورنہ ہم اس کے اور نمونے پیش کرتے۔ لیکن ایک مثال ایسی ہے جسے چھوڑ کر آگے بڑھنا اس وقت اچھا نہیں لگتا۔ مولانا فراہیؒ حکمت قرآن کو نظم قرآن میں مضمر مانتے ہیں۔ سورۂ جمعہ کے حواشی میں وہ اس کا عجیب وغریب نمونہ پیش کرتے ہیں۔ معلوم ہے کہ اس سورہ کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرض منصبی کی تفصیل کی گئی ہے کہ آپؐ اپنے ماننے والوں کو اللہ کی آیتیں سناتے، ان کا تزکیہ کرتے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ آگے یہود کے کردار پر تنقید ہے جنھوں نے اللہ کے احکام کا ہمیشہ سے مذاق اڑایا۔ اس سب کے بعد آخر سورہ میں اس امت کو جمعہ کے احکام کی تعلیم ہے۔ مولانا کلام کی اس ترتیب میں حکمت کے دوسرے موتیوں سے پردہ اٹھانے کے ساتھ ایک وہ بات کہتے ہیں جو شاید تفسیر کے پورے ذخیرے میں کہیں ہاتھ نہ لگ سکے۔ فرماتے ہیں جمعہ کے خطبے میں مسلمانوں کے خطیب کو بھی ان کے تئیں اسی فرضِ منصبی کی تجدید کرنی چاہیے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ میں امت کی نسبت سے انجام دیتے رہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ آج کے زمانہ میں امارت وخطابت کی حالتِ زار کا بھی نقشہ کھینچتے ہیں:

(۹) قد عظم بیان الجمعۃ عندی اذ علمت کیف مھد اللہ تعالیٰ من ذکر تسبیح ما فی السموات والارض وصفاتہ الحسنی وفضلہ علی ھذہ الامۃ وخسران الیھود علی استخفاف حکم اللہ فقد رغب ثم رغب ثم رھب ثم ذکر احکام الجمعۃ ۔ وکانت الجمعۃ ھکذا حین کان شمل المسلمین مجتمعا	(۹) میرے نزدیک جمعہ کے اس طرح بیان میں عظمت کا بڑا پہلو ہے۔ اس لیے کہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے تمہید کس طرح باندھی ہے، آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کا اللہ کی تسبیح کرنا، اس کی بہترین صفات کا ذکر، اس امت پر اللہ کا احسان، اللہ کے احکام کو بے وزن سمجھنے پر یہود کا نقصان میں پڑنا۔ اس طرح مختلف انداز سے ترغیب کا سامان کیا،

برسولهم نبيا مرهم وينهاهم
ويذكرهم "يتلو عليهم آياته
ويزكيهم ويعلمهم الكتاب
والحكمة" وبدا اينه موضعها
في ايام الخلفاء الراشدين
ثم هبط يوما فيوما حتى
اصبحت في يومنا مجمع الناعسين
وما اشبه الخطيب الجاهل
بحامل الاسفار المذكور في القرآن
ولا تسئل عن قوم امامهم
بهذا الحال. فالى المفزع [18]

پڑھ دیا پھر جمعہ کے احکام کا ذکر کیا۔
رسول کی زندگی میں جب مسلمانوں کا
شیرازہ بندھا ہوا تھا تو جمعہ کو عظمت کا
یہی مقام حاصل تھا۔ (جمعہ کے خطبہ میں)
رسول انھیں حکم دیتا تھا، انھیں منع
کرتا تھا اور ان کی یاد دہانی کا سامان
کرتا تھا۔ اس طرح وہ ان کے تئیں
گویا آیت کریمہ کے تقاضے پورے کرتا
تھا "یتلو علیہم آیاتہ الخ" وہ ان
پر اللہ کی آیتیں پڑھتا، ان کا تزکیہ
کرتا اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم
دیتا ہے" حضرات خلفاء راشدین کے
زمانہ میں بھی قریب قریب جمعہ کو عظمت
کا یہی مقام حاصل رہا۔ پھر اس کا معاملہ
دن بدن گرتا گیا۔ یہاں تک کہ آج ہمارا
زمانہ ہے کہ جمعہ اونگھنے والوں کا مجمع بن
کر رہ گیا ہے۔ جاہل خطیب کی کتابوں
کا بوجھ اٹھانے والے (گدھے) جس کا
ذکر قرآن میں ہے، سے کتنی قریبی مشابہت
ہے۔ اس قوم کی بابت کچھ نہ پوچھو جس کے
امام کا یہ حال ہو۔ اس پر تو (اللہ ہی کی)
پناہ ہے۔

ان خراشی کی اہمیت اور عظمت کے لیے یہ بات بھی کم نہیں ہے کہ مولانا امین احسن اصلاحی

نے اپنی شاہکار تفسیر 'تدبر قرآن' میں ان حواشی سے جا بجا استفادہ کیا ہے۔ مولانا اصلاحی سورہ فاتحہ کا موضوع شکر[۱۹] اور سورہ بقرہ کا ایمان[۲۰] قرار دیتے ہیں۔ ان دونوں سورتوں کے موضوع کے سلسلے میں یہ بات، جامع انداز میں ان حواشی میں کہہ دی گئی ہے[۲۱]۔ سورۂ بقرہ کی آیت کریمہ: 'وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا(۳۱) میں 'اسماء' کی تفسیر میں مولانا اصلاحی نے تین آرا کا ذکر کیا ہے[۲۲]۔ آخر میں جس رائے کو ترجیح دی ہے[۲۳] وہ وہی ہے جو ان حواشی میں بیان کی گئی ہے[۲۴]۔ سورہ اعراف کی آیت (۱۷۲) کی جس نظیر سے صاحب تدبر نے استدلال کیا ہے[۲۵] اس نظیر کا حوالہ بھی حواشی میں موجود ہے[۲۶]۔ اسی سورہ میں آیت کریمہ: 'وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ (البقرہ: ۱۹۷) کی مولانا اصلاحی نے اچھوتی تفسیر پیش کی ہے[۲۷]۔ حواشی میں اس تفسیر کی طرف اشارہ ہے[۲۸]۔ سورۂ نساء کی آیت کریمہ (۴۳) جس میں نشہ اور جنابت کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔ ان دونوں کے ساتھ ذکر میں مولانا اصلاحی یہ نکتہ پیش کرتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں ہی حالتیں نجاست کی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ نشہ عقل کی نجاست ہے اور جنابت جسم کی[۲۹]۔ یہ نکتہ بھی مولانا فراہیؒ کا ان حواشی میں بیان کردہ ہے[۳۰]۔ اسی آیت میں تیمم کے مواقع کے تحت مولانا اصلاحی سفر کو مطلق بنائے تیمم قرار دیتے ہیں۔ سفر کے مخصوص حالات میں پانی موجود ہوتے ہوئے بھی چھوٹے بڑے دونوں ہی حدثوں سے وضو و غسل کے بجائے آدمی تیمم سے کام چلا سکتا ہے[۳۱]۔ مولانا فراہی کا یہ خاص نکتہ ہے جس کی ان حواشی میں تفصیل ہے[۳۲]۔ جہاں تک آیتوں کے نظائر سے استفادہ کا سوال ہے، اس سے تدبر کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ مولانا اصلاحی نے تدبر قرآن کے مقدمہ میں بڑی فراخ دلی سے اپنے استاذ امام کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور اپنی تفسیر کو تمام تر ان کا فیض بتایا ہے[۳۳]۔ دوسرے موقع پر بھی انھوں نے اپنی کتاب کو اپنے استاد کا صدقہ قرار دیا ہے[۳۴]۔ یہ صورت حال خود اس کی داعی اور محرک ہے کہ مولانا کی دوسری غیر مطبوعہ چیزوں کے ساتھ ان غیر مطبوعہ حواشی کو بھی جلد سے جلد منظر عام پر لایا جائے۔

کاش کہ ہندوستان کا کوئی ادارہ اور کوئی انجمن اس کام کا بیڑا اٹھا لے تو یہ قرآن حکیم کی خدمت تو ہوگی ہی جس سے بڑی کوئی دوسری سعادت نہیں ہو سکتی۔ اس سے عالم عرب اور عالم اسلام میں ہندوستان کا نام بھی روشن ہوگا اور بیرون ہند اس کے عزت و وقار میں اضافہ ہوگا۔

حواشی

۱؎ حواشی الفراہیؒ علی القرآن المجید: ۱/۱۔ مقدمۃ الکتاب۔ آگے: حواشی۔ مولانا امین احسن اصلاحی تدبر قرآن کے مقدمہ میں اپنی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں: "میری چالیس سالہ محنتوں کے نتائج کے ساتھ اس میں میرے استاذ مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کی ۳۰۔۳۵ سال کی کوششوں کے ثمرات بھی ہیں"۔ تدبر قرآن جلد اول مقدمہ غ۔ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور۔ طبع سوم اگست ۱۹۷۶ء مولانا فراہیؒ کے سلسلے میں مولانا کا یہ بیان محل نظر ہے۔ مولانا فراہی اپنے حواشی میں صراحت کرتے ہیں کہ سورۂ بقرہ کا نظم انھیں ۱۳۱۰ھ میں کھلا۔ مولانا کا انتقال ۱۳۴۹ھ میں ہوا ہے۔ اگر اسی مدت کو مولانا کی قرآنی فکر کا آغاز مان لیا جائے تو بھی ۱۳۴۹ سے ۱۳۱۰ کم کرکے یہ ۳۹ سال کا زمانہ بنتا ہے۔ حالانکہ سورۂ بقرہ کے نظم کے کھلنے کا مطلب ہے کہ قرآن حکیم پر غور فکر کا آغاز اس سے بہت پہلے سے شروع ہوچکا ہوگا۔ مولانا فراہیؒ کو اپنے شاگرد ممدوح کے مقابلہ میں کم عمر (۱۲۸۰ھ ۔۱۳۴۹ھ) یعنی کل ۶۹ سال ملی۔ اس طرح اس کے باوجود کتاب اللہ پر ان کے مجاہدہ و ریاض کی مدت ۴۰، ۴۵ سال سے کم نہیں بنتی ہے۔

۲؎ اس مخطوطہ میں کہیں کہیں ایک آدھ لفظ کی جگہ سادہ ہے۔ یہاں بھی "شیٔ" اور "من کونہ" کے بعد بیاض ہے۔ غالباً 'أقبح' سے یا 'أقدح' جیسا کوئی لفظ یہاں لکھنے سے رہ گیا ہے۔ بعض دوسرے حواشی میں بھی اس مقام پر بیاض ہے۔ جس سے لگتا ہے کہ یہ غالباً اصل سے ہی نقل ہونے سے رہ گیا ہے۔

۳؎ حواشی، محولہ بالا

۴؎ دلائل النظام صفحات ۹۳ تا ۹۸۔ مکتبۃ الدائرۃ الحمیدیۃ، سرائے میر، اعظم گڑھ ۱۳۸۸ھ، طبع اولیٰ۔

۵؎ حواشی: ۱/۱۱۳ ۶؎ حواشی: ۱/۱۶۱ ۷؎ حواشی: ۱/۱۸۱

۸؎ حواشی: ۱/۶۴ ۹؎ حوالہ سابق ۱۰؎ حواشی: ۱/۹۵، ۱۳۲، ۱۹۹

۱۱؎ تفسیر کے مطبوعہ ذخیرہ میں اس اصول کا سب سے پہلا حوالہ ہمیں صاحب کشاف کے یہاں ملتا ہے۔

الکشاف عن حقائق التنزیل: ۱/ ۳۳-۶۳۴ مطبع لیسی، کلکتہ ۱۲۷۶ھ

۱۲ التکمیل فی اصول التاویل/ ۶۸ -مکتبۃ الدائرۃ الحمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ ۱۳۸۸ھ (طبع اولیٰ)

۱۳ حوالہ سابق/ ۵۳ ۱۴ حوالہ مذکور/ ۵۵ ۱۵ حواشی: ۱/ ۱۱۱

۱۶ حواشی: ۱/ ۱۰۱

۱۶الف ہم نے نافرمانی کی' اور 'یہ بات کبھی نہ سنی جائے' اسے 'سمعنا' کے بعد 'عصینا' اور 'اسمع' کے بعد 'غیر مسمع' کو زبان دبا کر اور آگے 'راعنا' کو ذرا کھینچ کر 'راعینا' کہتے۔ جس کا مطلب 'ہماری طرف توجہ کریں' کے بجائے معاذاللہ' اے ہمارے چرواہے' ہو جاتا۔ یہ بات یہ بدنصیب لوگ نعوذ باللہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے استخفاف کے لیے کہتے جسے قرآن نے دین کی بدخواہی سے تعبیر کیا ہے۔

۱۷ حواشی: ۱/ ۱۰۹

۱۸ حواشی: ۲/ ۱۱۹۔ آخر میں 'فالق المفزع' کے بیچ میں غالباً 'اللہ' کا لفظ رہ گیا ہے۔ پورا جملہ 'فالق اللہ المفزع' ہوگا۔

۱۹ تدبر قرآن: ۱/ ۱۲۔ ۲۰ تدبر: ۱/ ۱۳ ۲۱ حواشی: ۱/ ۴

۲۲ تدبر قرآن: ۱/ ۱۱۶ ۲۳ تدبر: ۱/ ۱۱۷ ۲۴ حواشی: ۱/ ۱۴

۲۵ تدبر: ۱/ ۱۱۷ ۲۶ حواشی: ۱/ ۱۴ ۲۷ تدبر قرآن: ۱/ ۴۴۱، ۴۴۲

۲۸ حواشی: ۱/ ۳۴ ۲۹ تدبر قرآن: ۲/ ۴-۷۔ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور ستمبر ۱۹۷۶ء بار دوم ۳۰ حواشی: ۱/ ۹۸ ۳۱ تدبر قرآن: ۲/ ۷۵

۳۲ حواشی: ۱/ ۹۸، ۹۹ ۳۳ تدبر قرآن: جلد اول مقدمہ غ

۳۴ تدبر قرآن: ۲/ ۶